فرہنگ وتمدن:

پروفیسر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ایرانی رسم روضہ خوانی کا رواج ہندوستان میں

روضہ خوانی روایت کے مطابق ایران میں ملا حسین واعظ الکاشی کی تالیف روضۃ الشہداء سے شروع ہوئی۔ روضۃ الشہداء واقعات کربلا سے متعلق فارسی زبان میں ایک منتخب ومقبول کتاب تھی جو ملا کاشی نے تیموری دور میں ۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء میں ہرات کے ایک شہزادہ مرشد الدولہ المشتہر بسید مرزائی کی فرمائش پر تصنیف کی تھی۔ ایران میں عشرہ محرم کی مجالس میں یہ کتاب پڑھی گئی اور مقبول ہوئی اور یہ رسم روضہ خوانی کہلائی۔

ڈاکٹر رضا زادہ شفق نے تاریخ ادبیات ایران کے صفحہ ۳۲۲ پر لکھا ہے:

"روضۃ الشہداء کہ در مصائب حضرت امام حسینؑ ویاران اوست وی تواں گفت قدیم ترین کتاب است کہ بدیں تفصیل مصیبت ائمہ را ذکر کردہ مدت ہا در مجالس عزاء از کتاب نقل کردند گویا اصطلاح روضہ خوانی از نام ہم کتاب آمدہ باشد۔"

مولانا کاشی نے آیات قرآن مجید تفاسیر، احادیث، صحائف ائمہ طاہرین اور مقاتل کربلا سے بے مثل انتخاب اس کتاب میں پیش کیا ہے۔ مقاتل میں کوئی کتاب اس کے پایہ کی نہیں ملتی جس میں فضائل کا باغ اور مصائب کا بیت الحزن ساتھ ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ یہ کتب نثر اور برجستہ نظم میں ایسی تالیف ہے جس میں تاریخی واقعات وسیر سے واقعات کربلا کی تمہید کو موثر بنا کر کربلا کی دل دوز داستان بیان کی ہے جس کو پڑھ کر یا سن کر بے ساختہ آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔

روضہ الشہدا دس ابواب پر مشتمل تھی اور اس کے ابواب اتنے ضخیم تھے کہ دورے کی

مجالس میں ان کو پڑھنا مشکل تھا خصوصاً ایسی مجالس میں کہ جن میں سوز خوانی تحت اللفظ مرثیہ خوانی یا وعظ بھی شامل ہو لہٰذا بہ نظر اختصار روضہ خوانوں نے اس کی ہر مجلس کی تلخیص کی اور تاثیر غم کے اضافہ کے لئے اس کی ہر مجلس کی ابتداء میں ملا محتشم کاشی کے مقبول فارسی مرثیہ کا ایک بند ضم کیا اور آخر میں ماتم کے ساتھ پڑھنے کے لئے نوحہ کا اضافہ کیا اور روضۃ الشہداء کے خلاصہ کو دہ مجلس کے نام سے موسوم کیا گیا۔

تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جب ہمایوں، شاہ طہماسپ صفوی کی امداد سے ہندوستان میں فتح یاب ہوا اور حسب معاہدہ ممالک محروسہ کے منبروں کو ذکر اہل بیتؑ سے زینت دی گئی تو روضہ خوان جو ہندوستان آئے انھوں نے ہندوستان میں ایرانی رسم روضہ خوانی کو رواج دیا اور مجالس عشرہ محرم میں روضۃ الشہداء اور اس کی تلخیص دہ مجلس کو رواج دیا۔اس طرح رسم روضہ خوانی ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی، لکھنو اور ان قصبات میں جاری ہوئی جہاں عزاداری عشرہ محرم کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

دہلی میں مروجہ دہ مجلس فضل علی فضلی جاری ہوئی جسے پروفیسر مختارالدین احمد نے مرتب کر کے بعنوان کربل کتھا شائع کرادیا۔ یہ ترجمہ ۱۱۴۵ھ کا ہے۔ شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد نے آب حیات میں لکھا ہے۔

البتہ محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۴۵ھ میں فضلی متخلص ایک بزرگ نے دہ مجلس لکھی اور غالباً اردو کی یہی پہلی تصنیف ہے فضلی نے اس کتاب کو بارہ مجالس اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔

عین البکا معروف بہ دہ مجلس۔مصائب خامس آل عبا یعنی جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام یہ کتاب عطاء اللہ خان صاحب مرحوم سادات حسینی ساکن شہر دہلی متخلص بہ عطا نے ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء میں لکھی اور یہ کتاب ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں مطبع بدرالدجی شہر دہلی واقع کوچہ چیلاں سے باہتمام سید حسین منیجر شائع ہوئی۔ یہ کتاب گیارہ مجالس پر مشتمل ہے اور اس کا نام عین البکا معروف بہ دہ مجالس ہے۔

روضۃ الشہداء کے نسخے اور دہ مجلس کے نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں بھی موجود ہیں چند نسخوں کا تعارف حسب ذیل ہے۔

روضۃ الشہداء منظوم بزبان دکنی نمبر ۱۳۸۹ مولفہ محکم دکنی قلمی کتابت ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۵ء

روضۃ الاطہار نمبر کتاب ۱۱۹۱ تصنیف میر نوازش علی شید ا قلمی مطبوعہ ۱۲۷۵ھ/۱۸۶۱ء

سالار جنگ میوزیم لائبریری حیدر آباد میں روضۃ الشہدا اور دہ مجلس کے نسخے حسب ذیل ہیں:

روضۃ الشہداء نمبر کتاب ۲۸ مصنف میر ولی فیاض ویلوری تصنیف ۱۱۳۰ھ۔ یہ ولی ویلوری کی مشہور مثنوی ہے جو ملا حسین واعظ کاشی کی روضۃ الشہداء کا دکنی ترجمہ ہے اس کو دس باب یا دس مجالس میں تقسیم کیا گیا ہے اس کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ میں چھ کتب خانہ ادبیات اردو میں دو اور کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں بھی موجود ہیں۔ سالار جنگ میوزیم لائبریری نسخہ نمبر ۱۱ ہے۔

کروں نامہ کو بسم اللہ سوں آغاز — لکھوں تا میں فصاحت سوں سرفراز
سر آون ہے کیا یہ یک سخن میں — بند ہا جوں دم کے رشتے سوں بدن میں

اختتام:

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال — گیارہ سو پہ تھا سن تیسواں سال
زمانہ مہدی آخر زماں کا — اٹھا اس باعث اسن واماں کا
ولی اب رکھ قلم ہو ختم کر بات — نبی و آل پہ تو بول صلوات
کیا ہاتف نے یوں تاریخ مقبول — ولی کا ہے سخن حق پاس مقبول

اس فہرست میں مذکورہ کتاب کے نو نسخوں کی تفصیل موجود ہے۔ اہم نسخے حسب ذیل۔

وسیلۃ النجات: نمبر کتاب ۶۶ مصنف حسن بیگ تصنیف ۱۱۱۵ھ

روضۃ الاطہار: نمبر کتاب ۲۱ مصنف نوازش علی شید التصنیف ۱۱۷۳ھ۔ یہ بارہ ۱۲ مجالس پر مشتمل ہے۔ خاتمہ پر حسب ذیل تحریر ہے:

فقیر حقیر عبدالحکیم بن عبدالرشید ابن حسن بہائی۔ تصنیف سید نوازش علی خاں بہادر بتاریخ ہفدہم ۱۱۷۳ھ روز پنجشنبہ تمام رسید۔

نوازش علی خاں شید امیر سامان نظام علی خاں آصف ثانی کی سعی سے بادشاہی عاشورہ خانہ جو اورنگ زیب کے ہاتھوں تباہ ہوکر بنڈی خانہ میں تبدیل ہوگیا تھا اور دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا۔ اور جاگیر اس عاشورہ خانہ کے مصارف کے لئے وقف کی گئی۔ عاشورہ خانہ نعل کیا گیا تھا۔ اور جاگیر اس عاشورہ خانہ کے مصارف کے لیے وقف کی گئی۔ عاشورہ خانہ نعل مبارک مکرم الدولہ کی ڈیوڑھی پتھر گٹی کے متصل روبرو مدینہ بلڈنگ کے واقع ہے۔ (حیدرآباد کی عزاداری مخصوص نمبر ماہنامہ صدائے جعفریہ بادرات مولانا سید تقی حسن وفا صاحب نوازش علی شید اسی عاشورہ خانہ میں روضہ خواں تھے۔

ریاض الاطہرین نمبر کتاب ۴۲ مصنف سید میر ولی خاں مونس۔ تصنیف ۱۱۹۰ھ صفحات ۴۳۴ کتابت ۱۲۰۶ھ آصف جاہ ثانی ۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ کے زمانہ میں فارسی و اردو کے اچھے شاعر تھے مجالس عزا میں مرثیہ خوانی اور روضہ خوانی فرماتے تھے۔

روضۃ ہندی۔ نمبر کتاب ۱۴ مصنف محکم تصنیف ۱۲۱۷ھ یہ ایک دکنی شاعر تھے ان کی مثنوی کے نسخے کئی کتب خانوں میں موجود ہیں۔ روضہ ہندی بارہ مجالس پر مشتمل ہے ہر مجلس کے آخر میں محکم نے میر عالم کے لئے دعائیہ اشعار لکھے ہیں جس سے واضح ہے کہ وہ میر عالم کے درباری شاعر تھے۔

خدا بخش لائبریری پٹنہ میں دہ مجلس کے نسخے

۱۔ دہ مجلس فارسی نمبر۔ ۱۳۷۰ اوراق ۷۷ ناقص الاصل یک ہزار دو صد و نو مرقوم شد

۲۔گل مغفرت مصنفہ حیدر بخش حیدری استاد فورٹ ولیم کالج کلکتہ نمبر کتاب ۳۱۵۴ جدید نمبر ۱۸۹ اس کو کٹیلاگ میں تصنیف محسن لکھا ہے جو غلط ہے اصل کتاب ورق ۷ سے شروع اور ورق ۸۸ پر تمام ہوئی ہے۔

گل مغفرت مصنفہ حیدر بخش حیدری ڈاکٹر ناظر حسن زیدی صاحب کے مقدمہ کے ساتھ سید امتیاز علی تاج ناظم مجلس ترقی ادب لاہور ۲۷ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور نے اولا جنوری ۱۹۶۵ء میں شائع کی ہے اور یہ مطبوعہ نسخہ بھی خدا بخش لائبریری میں نمبر ۱۸۶۸۹ پر موجود ہے۔

نیشنل لائبریری کلکتہ میں دہ مجلس کا نسخہ

اس کا تعارف ڈاکٹر فضل حق فصاحب نے اپنے تحقیقی مقالہ "میر حسن حیات وادبی خدمات" میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ نیشنل لائبریری کلکتہ میں دہ مجلس اردو کا ایک نسخہ موجود ہے کتاب کے آخر میں درج ہے۔

تمام شد کتاب دہ مجلس بتاریخ چہارم ماہ شوال ۱۲۶۷ھ یوم شنبہ مطابق دوئم اگست ۱۸۵۱ء بخط خام سید عبد اللطیف وارد حال شہر بود ساکن لونی ضلع مرہوخاص حسب فرمائش جناب میر صاحب سررشتہ دار ڈپٹی کلکٹر صاحب بہادر ضلع پونہ ساکن شہر پانی پت۔

اس کتاب میں کہیں کہیں مظہر علی ولا کے نوحے درج ہیں آخری نوحہ میں حسن تخلص ہے۔قیاس بھی کہتا ہے کہ یہ نوحہ میر حسن کی تخلیق ہے۔نوحہ کا مطلع یہ ہے۔

اے محبو کیا کہوں میں ماجرا شبیر کا کربلا میں کس طرح سے سر کٹا شبیرؑ کا

مقطع ہے

بس حسن خاموش آگے کچھ نہ لکھ احوال تو حشر میں راضی رہے تجھ سے خدا شبیرؑ کا

رضا لائبریری رامپور میں دہ مجلس بیجاں کا مخطوطہ موجود ہے یہ منظوم مثنوی ہے سبب تصنیف سے متعلق دہ مجلس بیجاں کے اشعار حسب ذیل عرشی صاحب نے سید سفارش حسین

صاحب کے خط کے جواب میں لکھے۔

مجھ کو اس غم میں دیکھ زار و حزیں　　قبلہ دوجہاں حسین الدین
نظم وہ مجلس آج تک تو نہیں　　ریختے میں سنی کسی نے نہیں
فکر تو کرکے یہ غم جاں سوز　　سن کے سب روئیں شمع ساں روز
کریاں ایسے حرف درد اثر　　کہ ٹپکتے ہوں جس سے خون جگر
کہ پڑھیں جب یہ درد و غم کی کتاب　　نہ رہے شمع دل کو باقی تاب
ریختے میں وہ درد کر موزوں　　کہ سراسر ہو گریہ کا مضموں
یاد وہ قول کیوں نہیں آیا　　کہ ہے مشکل کشا نے فرمایا
کہ بیاں کر جو سرگزشت حسینؑ　　غم سے گریاں ہو چشم دل بے چین
یا اس احوال سے کسی کو رلائے　　آپ اس غم میں شکل غم ہو جائے
ہے جناب کریم سے امید　　کہ ملے تجھ کو راحت جاوید
پس سمجھ، ہے جو تجھ کو عقل و تمیز　　کہ عبث کھو نہ اپنی عمر عزیز

مرکز اودھ شہر لکھنؤ میں دہ مجلس:

ڈاکٹر مولانا سید شبیہ الحسن صاحب نونہروی نے لکھا ہے مرزا مغل غافل کا شمار لکھنؤ کے گمنام مگر اہم مصنفوں میں ہوتا ہے۔ انہیں لکھنؤ کی ادبی تاریخ میں ایسی سبقت حاصل ہے جس کا احساس بڑی تاخیر سے ہوسکا پورا نام محمد ہادی اور باپ کا نام محمد حسن تھا۔ لکھنؤ میں حیدر گنج میں قیام پذیر تھے۔ کلیات لکھنوی کے مندرجہ قطعہ تاریخ کی بنا پر انہوں نے ۲۴رشعبان ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۶ردسمبر ۱۸۳۵ء بدھ کے دن انتقال کیا ان کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے روضۃ الشہداء کی متابعت میں دہ مجلس کے طرز کی تین مکمل اور ایک نامکمل تصنیف چھوڑی ہے۔

ان کا پہلا مجموعہ وسیلۃ النجات قدامت کے اعتبار سے تقریباً دوسو برس پرانا ہے اور

لکھنؤ میں اردو نثر کی ارتقائی تاریخ میں اس کو وہی اہمیت حاصل ہے جو دہلی میں کربل کتھا مرتبہ فضلی کو حاصل ہے۔ وسیلۃ النجات لکھنوی نثر کا سب سے پہلا باضابطہ نمونہ ہے یا ابتدائی نمونوں میں سے ایک ہے۔

مذکورہ حوالہ ڈاکٹر مولانا سید شبیہ الحسن صاحب سابق صدر شعبۂ اردو لکھنو یونیورسٹی کے مقالہ بعنوان دو سو سال قدیم مجلس، سے لیا گیا جو الواعظ کے ذبح عظیم نمبر بابت نومبر ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا ہے۔

میر حسن دہلوی کے خاندان میں بھی دہ مجلس کا رواج جاری تھا چنانچہ حکیم میر حسن خلق فرزند میر حسن دہلوی نے منظوم دہ مجلس شاہی خاندان کی ایک بیگم مرشدزادی امتیاز بہو بیگم صاحبہ کی فرمائش پر میر امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے عہد میں تصنیف کی اور ۱۲۶۳ھ میں تمام ہوئی نام اس کا دہ مجلس ہے لیکن دوسری دہ مجلسوں کی طرح مجالس کی تعداد اس میں گیارہ درج ہے۔ جملہ مجالس مسدس مراثی کی شکل میں منظوم ہیں۔ ہر مجلس کے آخر میں ایک نوحہ شامل ہے۔

جلالی ضلع علی گڑھ میں یازدہ مجلس مؤلفہ میر حسن دہلوی

میرے وطن جلالی ضلع علی گڑھ میں جو عزاداری کا ایک اہم مرکز رہا ہے رسم روضہ خوانی ابتداء میں بزبان فارسی جاری ہوئی۔ جب اردو زبان نے فروغ پایا تو فارسی دہ مجلس کا اردو ترجمہ مولانا سید محسن علی اسیر جلالوی نے کیا جو جلالی میں عشرہ محرم کی مجالس میں رائج ہوا اور راقم سطور نے اس کو مرتب کر کے شائع کرادیا۔

جلالی میں کتب خانہ سید شاہ خیرات علی ہمدانی میں دہ مجلس کا ایک قدیم مخطوطہ موجود تھا جب اسے تحقیقی نگاہ سے دیکھا گیا تو واضح ہوا کہ یہ میر حسن دہلوی کی مرتبہ دہ مجلس ہے جس کے ذریعہ میر حسن روضہ خواں فرماتے تھے۔ اس میں دو اضافے خاص ہیں ایک ہر مجلس کی ابتداء میں محتشم کاشفی کے فارسی مرثیہ کا جو بند شامل ہے اس میں ہر بند میں میر حسن نے فارسی

کے دو اشعار اضافہ کیے ہیں اور ہر مجلس کے بعد اپنا تصنیف کردہ نوحہ شامل کیا ہے۔ پروفیسر اکبر حیدر کشمیری صاحب نے اس نسخہ کی تصدیق فرمائی اور انہی کی سفارش سے یہ دہ مجلس فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی اترپردیش کی سفارش سے ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی ہے۔

بستان الشہداء ترجمہ اردو روضۃ الشہداء کی اشاعت بمبئی میں محمد احسان الٰہی احسان میرٹھی سے قاضی ابراہیم صاحب ابن قاضی نور محمد صاحب کتب فروش نے ۱۲۹۴ھ میں فرمائش کی چنانچہ وہ اس کتاب کو اپنے ساتھ میرٹھ لے گئے اور وہاں اس کا ترجمہ بستان الشہداء کے نام سے مکمل کیا۔ قاضی ابراہیم صاحب نے قاضی عبدالکریم و قاضی رحمت اللہ صاحب کو حقوق طبع قانونی طور پر ہبہ فرمائے اور انہوں نے اپنے مطبع فتح الکریم پاؤں دھونی بمبئی سے شائع کرلیا اور بموجب قانون بستم ۱۸۴۸ء و بموجب قانون بست و پنجم ۱۸۶۷ء رجسٹرڈ کرلیا۔ یہ ترجمہ ۶۲۷ صفحات پر مشتمل ہے اور سلیس اردو ترجمہ ہے۔ محمد احسان الٰہی احسان میرٹھی نے فارسی اشعار کا اردو میں منظوم ترجمہ کرکے ہم رشتہ ضم کیا ہے اور کچھ مزید اشعار و منظومات بھی شامل ترجمہ کیے ہیں یہ ترجمہ ۱۳۰۴ھ میں مطبع الکریم بمبئی پاؤں دھونی بمبئی سے شائع ہوا ہے اور کتب خانہ ادارۂ ہمدانیہ جلالی میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ اس ترجمہ کو دیکھ کر واضح ہوا کہ روضۃ الشہداء کے ذریعہ رسم روضہ خوانی بمبئی میں بھی جاری تھی اور کتاب روضۃ الشہداء بمبئی میں مقبول تھی اور اسی بناء پر اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت پیش آئی۔

غرضیکہ رسم روضہ خوانی کا ہندوستان میں جائزہ لینے پر واضح ہوجاتا ہے کہ روضہ خوانی کا رواج عشرہ محرم کی مجالس میں ہندوستان کے مشہور شہروں اور قصبات میں موجود تھا اور اسی بنا پر دہ مجلس خلاصۂ روضۃ الشہداء کے مختلف نسخے ہندوستان کے مشہور و ممتاز کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔